میرے ہاتھ میں قلم ہے!

انسانی تاریخ میں بعض ایسے لمحات آتے ہیں جب ایک انسان، اخلاق کا، مذہب کا، انسانیت کا، ادب کا، شاعری کا، فلسفہ کا، اور خود انسان کی عظمت کا استعارہ بن جاتا ہے۔ ان لمحات میں یوں لگتا ہے کہ اب تک جو بھی لکھا گیا ہے، جو بھی سوچا گیا ہے، جس بصیرت کو ڈھونڈا گیا ہے، وہ کسی ایک انسان میں اجاگر ہو گئی ہے۔

تاریخ میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب کوئی انسان کلمہء حق کہنے کے لیئے، کسی نصب العین کو مکمل کرنے کے لیئے، اور انسان کو انسان بنانے کے لیئے، ہر خطرہ مول لینے کے لیے اور اس ضمن میں اپنی جان تک گنوانے کے لیئے تیار ہو جاتا ہے۔ انسانی تہذیب کی تاریخ میں سقراط کا نام آج بھی سب کی زبان پر ہے۔ اسلام کی تاریخ میں امام حسین کی مثال، اور منصور حلاج کی مثال آج بھی تابندہ ہے، جنہوں نے انسانوں کو حق کی بقا کے لیئے اپنے قدموں سے مقتل میں جانا اور دار پر چڑھنا سکھایا۔

وہ انسان بہت خوش قسمت ہوتے ہیں جنہیں ان بڑے انسانوں کے زمانے کا صرف ایک لمحہ بھی نصیب ہو جائے۔ ہمارے زمانے میں یہ محیرالعقل انسانی مثال ایک بہت ہی کم عمر طالبِ علم ملالہ یوسف زئی کی ہے، جو صرف گیارہ سال کی عمر ہی سے انتہائی دشوار حالات میں اور سخت ترین خطرات میں کچھ ایسے وحشیوں کے سامنے سینہ سپر ہو گئی تھی جو اسے اور اس کی ساتھی بچیوں کو تعلیم سے روکتے تھے، اسکولوں کو بموں سے اڑاتے تھے، اور جو ان کے سامنے آتا تھا، اس کو نہ صرف گولی سے ماردیتے تھے، بلکہ اس اکیسویں صدی میں اس کا سر کاٹ کر لاش برسرِ عام ڈال جاتے تھے۔ ان وحشیوں کو اور اندھیروں کی نشانیوں کو دنیا بھر میں طالبان کے نام سے جانا جاتا ہے۔

پاکستان کے انتہائی پسماندہ علاقہ سوات کے شہر منگورہ کی یہ بچی علم حاصل کرنے اور علم کی روشنی پھیلانے کے لیئے طرح طرح کی کوششیں کرتی رہی۔ کبھی وہ اپنے ملک کے فوجی جنرلوں کے سامنے کبھی اپنے صوبہ کے وزیرِ اعلیٰ کے سامنے بڑی جراءت کے ساتھ مطالبہ کرتی تھی کہ وہ کچھ بھی کریں لیکن اس کے علاقہ میں وہ سارے اسکول کھلوادیں، جنہیں وحشی طالبان نہ صرف بند کروا رہے تھے، بلکہ بموں سے اڑا رہے تھے۔ پھر اس نے بی بی سی کی اردو سروس پر ایک معصومانہ ڈایئری لکھنا شروع کی جس میں وہ اسکول بند ہونے، اور طالبان کے ظلم کا ذکر کرتی رہی اور کوشش کرتی رہی کہ کسی بھی طرح امن قائم ہو اور اس کے علاقہ کے اسکول کھل جایئں اور وہ پھر سے تعلیم کا سلسلہ شروع کرے۔ اس ساری کوشش کے پیچھے اس کے والد کی تربیت بھی تھی جو خود سالہا سال سے سوات میں فروغِ علم کی جدوجہد میں مصروف تھے۔

اس کی مسلسل کوششوں کے بعد اور پاکستانی فوج کی طالبان کے خلاف منظّم کاروایئوں کے نتیجہ میں سوات میں امن بھی قائم ہوا اور وہاں کے اسکول بھی کھلے اور لڑکیوں نے پھر سے تعلیم حاصل کرنا شروع کردی۔ اپنی اس ساری کوشش کے دوران ملالہ یوسف زئی کا روپ ایک عام پاکستانی بچی کا روایتی روپ تھا۔ اس نے کبھی کسی بھی مذہب کی برائی نہیں کی۔ کبھی اپنے سر سے دوپٹہ نہیں گرنے دیا، کبھی کسی بھی تصویر میں جدید مغربی لباس پہنے اچھلتی کودتی نظر نہیں آئی۔

اپنی کامیابیوں کے بعد طالب علموں سے خطاب کرتے ہوئے تقریباً تیرہ سال کی عمر میں اس نے کہا کہ ’’ہمیں کسی سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے، ہمیں ہر دم اپنا حق طلب کرتے رہنا چاہیئے۔ میرے پاس کوئی بندوق کوئی اسلحہ نہیں تھا، میرے پاس صرف ایک قلم تھا، جسے میں نے اپنی جدوجہد میں استعمال کیا، اور کامیابی حاصل کی۔‘‘ اسی طرح طالب علموں کے ایک اور اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے اس نے پاکستان کے معروف احتجاجی شاعر، حبیب جالب کا یہ قطعہ پڑھا:

مرے ہاتھ میں قلم ہے، مرے ذہن میں اجلا

مجھے کیا ڈرا سکے گا، کوئی ظلمتوں کا پالا

مجھے فکرِ امنِ عالم، تجھے اپنی ذات کا غم

میں طلوع ہو رہا ہوں، تو غروب ہونے والا

ایک جگہ اس نے لکھا کہ ’’کبھی کبھی مجھے فکر ہوتی ہے کہ وہ مجھ پر حملہ کرنے آیئں گے، اگر ایسا ہوا بھی تو میں ان سے پھر بھی یہی کہوں گی کہ وہ غلطی پر ہیں۔‘‘ ایک انٹرویو میں اس سے پوچھا گیا کہ اگر وہ کبھی پاکستان کی رہبر بن گئی تو وہ سب سے پہلے کیا کرے گی، تو اس نے کہا کہ ’’میں ہر جگہ اسکول، کالج، اور یونیورسٹیاں کھول دوں گی۔ جب علم پھیلے گا تو طالبان خود ہی غائب ہو جایئں گے‘‘۔

اس سے پوچھا گیا کہ اگر تم نے طالبان سے مذاکرات کیے اور وہ علم کے خلاف اڑے رہے تو تم کیا کروگی۔ تو اس نے کہا کہ ”میں ان کے سامنے قرآن رکھ دوں گی، اور ان سے پوچھوں گی کہ اس میں کہاں لکھا ہے کہ لڑکیوں پر علم حاصل کرنے کی پابندی ہے؟“

ظلمتوں اور جہالتوں کے پروردہ طالبان نے اس بچی کی فروغ علم کی ہر کوشش کو اپنے خلاف ایک سازش گردانا، اور اسے اپنا دشمن قرار دے دیا۔ اس کے ساتھ چودہ سال کی اس معصوم بچی پر جو اسلام کی روایتوں پر پوری طرح عمل پیرا تھی اور مسلمانوں کے اعتدال کی مثال تھی، یہ الزام لگایا کہ وہ سیکولرزم کا پرچار کرتی ہے، امریکہ اور صدر اوباما کی تعریف کرتی ہے، اس لیئے طالبان کی خود تعریف کردہ شریعت کی رو سے قابلِ گردن زدنی ہے۔ اور پھر گزشتہ ہفتہ انہوں نے اپنے ورندہ صفت ہرکاروں کو بھیج کر اس پر قاتلانہ حملہ کر دیا، جس کی خبراب پوری دنیا میں مشہور ہے، اور اب یہ بچی نہ صرف پاکستان میں بلکہ ساری دنیا میں لڑکیوں کی تعلیم کی علامت بن گئی ہے۔ زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا یہ بچی اب علاج کے لیئے برطانیہ بھیجی گئی ہے، اور سارا پاکستان اور ساری دنیا اس کی صحت کے لیئے دعا گو ہے۔ اس کے ساتھ اس کی دو ساتھی بچیاں کائنات اور شازیہ بھی زخمی ہوئی تھیں۔ ان کی حالت اب کچھ بہتر ہے، اور قوم ان کے لیئے بھی دعا گو ہے۔

اس قاتلانہ حملہ کے نتیجہ میں سارے پاکستان میں طالبان کے ظلم کے خلاف ایک ردِعمل ہوا ہے، اور ہر شخص کو طالبان کی اور اس نظام کی اصلیت نظر آ گئی ہے جسے طالبان اسلامی شریعت قرار دیتے ہیں۔ خود پاکستان کے کئی مسلم علما نے اس عمل کو اسلام کے خلاف قرار دیا ہے اور ان کے خلاف کاروائی کا مطالبہ کیا ہے۔ پاکستان میں طالبان کا، ان کے سرپرستوں کا، اور ان کے حواریوں کا اثر، زہر کی طرح سے پاکستان کی ایک ایسی اقلیت کے ذہن اور بدن میں پھیل گیا ہے، جس کے ہاتھ میں ہتھیار ہیں، اور جس کا عقل وشعور سے دور دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔

پاکستان کا اردو میڈیا، اور پاکستان کے بعض سیاست دان اب بھی کھل کر اس ظلم کا الزام طالبان پر لگانے سے کترا رہے ہیں۔ اس حقیقت کے باوجود کہ خود تحریکِ طالبان پاکستان نے اس قاتلانہ حملہ کی ذمہ داری قبول کی ہے، اور اس بچی پر دوبارہ حملہ کرنے کی دھمکی بھی دی ہے۔ پاکستان کے بعض جہلا اور غبی الذہن لوگوں نے اس حملہ کی ذمہ داری سی آئی اے اور کسی امریکی سازش پر ڈالی ہے۔ اس طرح بعض بے ایمان لوگوں نے ایسی جھوٹی تصاویر نشر کی ہیں جس میں اس معصومہ کو امریکی عہدیداروں کے اجلاس میں بیٹھا دکھایا ہے۔

خوش آیئند بات یہ ہے کہ گزشتہ سال ملالہ یوسف زئی کو حکومتِ پاکستان نے اس کی کوششوں پر اعزاز و انعام عطا کیئے تھے۔ اس پر حملہ کے بعد پاکستان کی حکومت اور افواج نے اس کی خبر گیری اور اس کی صحت یابی کی خصوصی، پرخلوص، اور سنجیدہ کوششیں کی ہیں۔ پاکستان کی فوج کے سربراہ نے یہ بھی کہا ہے کہ ملالہ ان اقدار کی علامت ہے، جن کی بقا کے لیئے پاکستانی فوج جدوجہد کر رہی ہے۔

ان سطور کو پڑھنے والے ہر شخص کو یہ جان رکھنا چاہیئے کہ طالبان، ان کے حمایتی، اور حواری پاکستان کے لیئے ایک زہریلے سرطان کی حیثیت رکھتے ہیں، ان کو گہری جراحی کے ساتھ جڑوں سے اکھاڑ پھینکنا ضروری ہے۔ یہ کام صرف افواجِ پاکستان کر سکتی ہیں، اور انہوں نے طالبان کو اس سے پہلے بھی شکست دے کر باہر دھکیل دیا تھا۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ وہ لمحہ ہے کہ جس میں طالبان کے خلاف فوج کی کسی بھی کاروائی میں عوام اس کا ساتھ دیں گے۔ یہ وہ موقع ہے کہ جب پاکستان کی پارلیمان اس معاملہ میں یک زبانی سے اس ظلم کے خلاف متحد ہے۔ یہ وہ لمحہ ہے کہ جب پاکستان کے بعض معروف علما طالبان کی کاروایئوں کو اسلام کے خلاف قرار دے رہے ہیں۔ میں اس ضمن میں کینیڈا کی رائرسن Ryerson یونیورسٹی کے نائب ڈین مرتضی حیدر کی اس رائے سے متفق ہوں کہ اگر ہم اس وقت ہمت ہار گئے تو پھر طالبان پر اور ان کے جاہلانہ اور ظالمانہ نظریہ پر کبھی قابو نہ پا سکیں گے۔ ملالہ یوسف زئی پاکستان کا سرمایہ اور وہ سفیرِ آیندہ ہے جس کے بارے میں فیض احمد فیض نے پیغمبرانہ طور پر کہا تھا:

”آنے والے دنوں کے سفیروں کے نام

وہ جو خوش بوئے گُل کی طرح

اپنے پیغام پر خود فدا ہو گئے“

ہم پر لازم ہے کہ ہم ملالہ یوسف زئی کے پیغام کو زندہ رکھیں اور اسے ہر لمحہ پھیلانے کی کوشش کرتے رہیں۔ ہمیں یہ بھی جان رکھنا چاہیئے کہ ملالہ یوسف کی زئی کی ہمت کے سامنے بڑے بڑے عمل پرست بونوں کی طرح ہیں۔ اگر ہمیں اپنا قد بلند کرنا ہے تو ہمیں ملالہ یوسف زئی کی جراءت سے رہنمائی حاصل کرنا ہوگی اور اس کے نقشِ قدم پر چلنا ہوگا۔